قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

Online Edition

مدیر: ابو سعید

ہفتہ 03/ اکتوبر 2020ء | 16 صفر 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:234

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَآءُ عَشْرٍ وَّفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب متی یومر الغلام بالصلوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو پھر دس سال کی عمر تک انہیں اس پر سختی سے کاربند کرو نیز ان کے بستر الگ الگ بچھاؤ۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

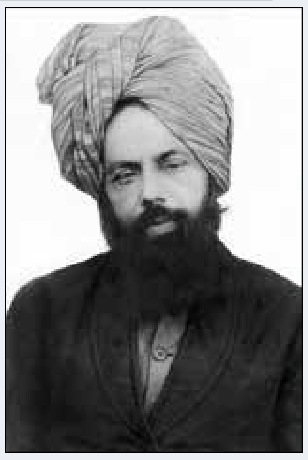

اولاد کو خدا تعالیٰ کے فرماں بردار بنانے کی سعی اور فکر کریں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرماں بردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتبِ تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں، میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہہ نہیں کرتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے ہیں۔ لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں مگر نہ اس لیے کہ وہ خادمِ دین ہو بلکہ اس لئے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اقرب تعلقات کو نہیں سمجھتا۔ جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے: رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرماوے اور یہ تب ہی میسر آ سکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں۔ اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہو گا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 560 تا 563)

بیوی بچوں کے لئے دعا کی تاکید

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھائی ہے کہ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ میرے بیوی بچوں کی بھی اصلاح فرما۔ سو اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ، اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 456 تا 457)

ارشادِ باری تعالیٰ

وَمَآ أَمْوَالُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰى إِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ اٰمِنُوْنَ۔

(سباء: 38)

ترجمہ: اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں جو تمہیں ہمارے نزدیک مرتبہ قرب تک لے آئیں سوائے اس کے جو ایمان لایا اور نیک اعمال بجا لایا پس یہی وہ لوگ ہیں جن کو اُن کے اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے، دُہری جزا دی جائے گی اور وہ بالاخانوں میں امن کے ساتھ رہنے والے ہیں۔

فرمانِ خلیفہ وقت

پاکیزہ اولاد کا حصول دعا سے ممکن ہے

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ایک جگہ حضرت زکریا علیہ السلام کے ذریعہ دعا سکھائی اور وہ دعا یہ ہے کہ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (آل عمران: 39) اے میرے رب مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت، اولاد عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعائیں سننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود یہ دعا سکھائی کہ مَیں دعائیں سننے والا ہوں۔ اس لئے تم بھی کہو کہ اے اللہ تُو دعا سننے والا ہے۔ اس لئے ہماری دعائیں قبول کر اور ہمیں پاک اولاد بخش۔

پس جب پاکیزہ اولاد کی خواہش ہو تو اس کے لئے دعا بھی ہونی چاہیے لیکن ساتھ ہی ماں باپ کو بھی ان پاکیزہ خیالات کا اور نیک اعمال کا حامل ہونا چاہیے جو نیکیوں اور انبیاء کی صفت ہیں۔ ہر ماں اور باپ کو وہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض دفعہ مائیں دینی امور کی طرف توجہ دینے والی ہوتی ہیں، عبادات کرنے والی ہوتی ہیں تو مرد نہیں ہوتے۔ بعض جگہ مرد ہیں تو عورتیں اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہیں۔ اولاد کے نیک ہونے اور زمانے کے بد اثرات سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اولاد کی خواہش اور اولاد کی پیدائش سے بھی پہلے مرد عورت دونوں نیکیوں پر عمل کرنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے واقعات میں ایک واقعہ ملتا ہے جس میں اولاد ہونے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک شخص کے لئے دعا ہے۔ لیکن اس دعا کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مشروط کر دیا اور مشروط کیا اس شخص کے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے سے۔ وہ شخص ابھی احمدی بھی نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں نہیں آیا تھا لیکن شاید اس کی کوئی نیکی تھی جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے لئے دعا کی۔ یہ منشی عطا محمد صاحب پٹواری ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں غیر احمدی تھا۔ دین سے دُور ہٹا ہوا تھا۔ ان کے ایک دوست تھے وہ انہیں احمدیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے لیکن کہتے ہیں میں نے کبھی توجہ نہیں کی۔ ایک دن انہوں نے مجھے بہت زیادہ اس بارے میں کہا اور میرے پیچھے پڑ گئے کہ میری باتیں سنو اور ان پہ غور کرو۔ مَیں نے کہا اچھا اگر

بقیہ صفحہ 9 پر

اس شمارہ میں

- وہ سب کے لیے ہے دعاوں کا لشکر (منظوم)
- اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ
- مکرم محمد اقبال منہاس صاحب کا ذکر خیر
- التوائے جلسہ سالانہ اور دعوتِ فکر

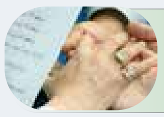

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر آٹھویں شرط میں آپ فرماتے ہیں کہ اور دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان، مال اور عزت اور اولاد اور ہر ایک عزیز سے زیادہ عزیز سمجھ لیں۔ (ماخوذ از مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 160 مطبوعہ ربوہ)

پس یہ ایک بہت اہم شرط ہے۔ ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ احمدی ہونے کے ناطے احمدیت کا نمائندہ ہے۔ اور اسلام کی حقیقی تصویر بننے کی اس نے کوشش کرنی ہے۔غیر احمدی مسلمانوں کی نظریں بھی ہم پر ہیں اور غیر مسلموں کی نظریں بھی ہم پر ہیں۔ ہم یہ دعویٰ کر کے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں کہ ہم اسلام کی حقیقی تصویر ہیں۔ جب ہم اسلام کی حقیقی تصویر ہیں تو اسلام کی عزت کو قائم رکھنے کی ذمہ داری بھی ہمارے سپرد ہے۔ ہم نے ایک نمونہ بننا ہے۔ اور جب ہمارے نمونے ہوں گے تو تبھی ہم تبلیغ کے میدان میں بھی ترقی کر سکتے ہیں۔ دین کی عزت اور اسلام کی ہمدردی ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس عزت کو دنیا میں قائم کریں۔ آج جب کہ ہر طرف اسلام کے خلاف محاذ کھڑے کئے گئے ہیں آپ اسلام کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اسلام مخالف لوگوں نے یہاں اس ملک میں بھی اسلام کو بدنام کرنے کا ایک طریق اختیار کیا ہے کہ مسلمانوں کی مسجدوں کے مینارے نہ بننے دیئے جائیں۔ اگر یہ مینارے ختم ہو گئے تو مسلمانوں کے جرائم اور ان کی دنیا میں فساد پیدا کرنے کی جو ساری activities ہیں وہ بقول ان کے ختم ہو جائیں گی۔ بے شک یہ میناروں کا فیصلہ تو ہو چکا ہے۔ لیکن اس ایشو کو ہر وقت زندہ رکھیں۔ وقتاً فوقتاً اخباروں میں لکھیں، سیمینار کریں یا اور مختلف طریقوں سے اس طرف لوگوں کی توجہ کراتے رہیں۔ جس طرح توجہ سے انہوں نے ریفرینڈم کروا کر یہ قانون پاس کروایا ہے اسی طرح ریفرینڈم سے قانون ختم بھی ہو سکتا ہے۔ بے شک میناروں کی اپنی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ تو بہت بعد میں بننے شروع ہوئے ہیں لیکن یہاں اسلام کی عزت کا سوال ہے کہ اسلام کو میناروں کے نام پر بدنام کیا جا رہا ہے۔ اس لئے مسلسل کوشش ہوتی رہنی چاہئے۔ جماعت احمدیہ کی مثال دنیا کے سامنے پیش کریں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے 195 ممالک میں جماعت قائم ہے۔ کسی ایک جگہ بھی مثال دو، یہاں سوئٹزرلینڈ میں ہی مثال دو کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے کبھی کوئی قانون شکنی کی گئی ہو یا کسی بھی فساد میں جماعت نے حصہ لیا ہو، یا حکومت کے خلاف کسی بغاوت میں شامل ہوئے ہوں۔ بلکہ قوانین کی مکمل پابندی کی جاتی ہے۔ ہم ہیں جو اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرنے والے ہیں۔ ذاتی رابطوں سے اپنے تعلقات کو بھی وسیع کریں۔ اپنے گھروں میں بیٹھ کر اپنے ماحول میں نہ بیٹھے رہیں۔ جن کو زبان آتی ہے، جن کے اردگرد ماحول میں شرفاء ہیں وہ اس ماحول میں رابطے کریں۔ تبلیغی میدان کو وسیع کریں۔ جن کو صحیح طرح زبان نہیں آتی وہ کوئی لٹریچر لے کر تقسیم کرنا شروع کر دیں۔ بہرحال پوری جماعت کے ہر فرد کو اس بات میں اپنے آپ کو ڈالنا ہو گا۔ تبھی آپ کی تھوڑی تعداد بھی جو ہے وہ موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ کیونکہ اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنا اور تبلیغ کی مہم میں اسلام کی اور دین کی عزت اور عظمت قائم کرنا ضروری ہے۔ جب تک ہم ایک مسلسل جدوجہد کے ساتھ اپنی تعداد میں اضافے کی کوشش نہیں کرتے ہم دین کی عزت قائم کرنے اور اسلام کی ہمدردی کا حق ادا نہیں کر سکتے یا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے والے نہیں کہلا سکتے۔

اسی طرح آج کل یورپ میں اسلام کو بدنام کرنے کا ایک ایشو پردہ کا بھی اٹھا ہوا ہے۔ ہماری بچیاں جو ہیں اور عورتیں جو ہیں ان کا کام ہے کہ اس بارے میں ایک مہم کی صورت میں اخباروں میں مضامین اور خطوط لکھیں۔ انگلستان میں یا جرمنی وغیرہ میں بچیوں نے اس بارے میں بڑا اچھا کام کیا ہے کہ پردہ عورت کی عزت کے لئے ہے اور یہ تصور ہے جو مذہب دیتا ہے، ہر مذہب نے دیا ہے کہ عورت کی عزت قائم کی جائے۔ بعضوں نے تو پھر بعد میں اس کی صورت بگاڑ لی۔ عیسائیت میں تو ماضی میں زیادہ دور کا عرصہ بھی نہیں ہوا جب عورت کے حقوق نہیں ملتے تھے اور اس کو پابند کیا جاتا تھا، بعض پابندیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ تو بہرحال یہ عورت کی عزت کے لئے ہے۔ عورت کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنی عزت چاہتی ہے اور ہر شخص چاہتا ہے لیکن عورت کا ایک اپنا وقار ہے جس وقار کو وہ قائم رکھنا چاہتی ہے اور رکھنا چاہئے۔ اور اسلام عورت کی عزت اور احترام اور حقوق کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ پس یہ کوئی جبر نہیں ہے کہ عورت کو پردہ پہنایا جاتا ہے یا حجاب کا کہا جاتا ہے۔ بلکہ عورت کو اس کی انفرادیت قائم کرنے اور مقام دلوانے کے لئے یہ سب کوشش ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل جلد 17 شمارہ 20 مورخہ 14 مئی تا 20 مئی 2010 صفحہ 5 تا 8)

(خطبہ جمعہ 23/ اپریل 2010ء)

وہ سب کے لیے ہے دعاؤں کا لشکر

محبت کی باتیں وفاؤں کا لشکر
وہ سب کے لیے ہے دعاؤں کا لشکر

دل و جاں لٹانے کو حاضر ہیں ہر دم
بڑا خوب ہے ہمنواؤں کا لشکر

میں اس پار اتروں گا ہی خیریت سے
ڈبوئے گا کیا ناخداؤں کا لشکر

فضاؤں میں بکھرا ہے وہ خاک بن کر
جو رکھتا تھا اپنے خداؤں کا لشکر

تری الفتوں کی ردا اوڑھ لیں گے
جو آئے کبھی ابتلاؤں کا لشکر

چلی ہیں ترقی کی ایسی ہوائیں
کہ بدلا ہے ساری فضاؤں کا لشکر

سنی تھی جو زاہد صدا قادیاں سے
بنی ہے وہ لاکھوں صداؤں کا لشکر

سید طاہر احمد زاہد

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ

(سنن ابی داؤد حدیث نمبر: 1555 کتاب الصلوٰۃ باب: تعوذات کا بیان)

ترجمہ: اے اللہ ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں پریشانی اور غم سے، عاجز رہ جانے اور کسل مندی سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں بزدلی اور بخل سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قرض کے غالب آنے اور لوگوں کے نیچے دب جانے سے بھی۔

یہ غم و پریشانی اور قرض سے نجات کی دعا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھلاؤں جس سے تمہارے قرض اور پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح و شام یہ دعا (مندرجہ بالا دعا) پڑھا کرو۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ دعا آزما کر دیکھی ہے۔ اللہ نے میری ساری پریشانیاں اور قرض دور کر دیے۔

حضرت مسیحِ موعودؑ اولاد کے حق میں دعائیں کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال
نہ آوے ان کے گھر تک رعبِ دجّال

بچانا ان کو ہر غم سے بہرحال
نہ ہوں وہ دُکھ میں اور رنجوں میں پامال

یہی امید ہے دل نے بتا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

اداریہ

اساتذہ کا احترام اور بلند مرتبہ

5/اکتوبر کا دن عالمی سطح پر یوم اساتذہ کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس کا مقصد اساتذہ کے کردار کو اُجاگر کرنا اور طلباء کو اساتذہ کا احترام اور اطاعت سکھانا ہے۔ یہ اہم دن 1994ء سے اقوام متحدہ کے تحت منایا جانے لگا۔

ایک وقت تھا کہ شاگرد کا تمام انحصار اپنے استاد پر ہی ہوتا تھا اور استاد بھی اپنے شاگرد کے ساتھ ایک مثالی تعلق رکھتا تھا۔ وہ جہاں اپنے شاگرد کو نصاب کی کتب پڑھاتا تھا وہاں وہ اُسے اپنی حرکات وسکنات اور دعاؤں سے ادب و احترام کا خاموش درس بھی دے رہا ہوتا تھا۔ وہ راتوں کو اُٹھ کر اپنے شاگردوں کے لئے دُعا کرتا تھا۔ اُن سے ہمدردی اور شفقت کا سلوک کرتا تھا۔ اور آج بھی جب پُرانے اساتذہ اپنے شاگردوں کو کسی اعلیٰ مقام پر فائز دیکھتے ہیں تو خوشی سے نہال ہوتے اور اپنے خالق حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہماری محنت رنگ لے آئی ہے۔ وہ اساتذہ اپنے شاگردوں کو اولاد کا مقام دیتے تھے اور طلبہ بھی اساتذہ کو والدین کا مقام دے کر ان کا احترام کرتے تھے۔ یوں ایک ادب و احترام اور شاگردی کی صورت میں شفقت و محبت کا تعلق تھا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ والدین تین طرح کے ہوتے ہیں۔

1. وہ جو جنم کا باعث بنے۔
2. وہ جس نے تعلیم دی یعنی استاد۔
3. وہ جس نے آپ کو اپنی بیٹی دی یعنی ساس سسر۔

مگر جوں جوں سائنس نے ترقی کی اور نت نئی ایجادات سامنے آئیں اور شاگردوں سے ان ایجادوں اور الیکٹرانک میڈیا سے خود ہی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ والدین یا اساتذہ کی ضرورت کم محسوس ہونے لگی۔ اُدھر مادیت نے بھی ماحول میں بھرپور دخل اندازی کی اور اساتذہ نے اپنی بعض حرکات وسکنات کی وجہ سے خود ہی اپنے کردار کو مجروح کیا اور اپنے مطالبات منانے کے لئے وکلاء اور ڈاکٹروں کی طرح وہ بھی سڑکوں پر نکلے تو ان کے کردار پر ایک سوال کھڑا ہوا تب عالمی ادارے یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ وہ اساتذہ کا عالمی دن منا کر ان کے مقام کو بلند و بالا اور محترم کرنے کی تلقین کریں۔

ایک وقت تھا کہ ایک اعلیٰ عدالت میں جب ایک ٹیچر بطور ملزم پیش ہوتا تو جج اپنی کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے یہ وہ شخص ہے جس کی تعلیم وتربیت سے میں اس مقام پر پہنچا ہوں اور میری قوم کو بھی اس نے اس مقام پر پہنچایا ہے۔

مشہور کالم نگار اور مصنف اشفاق احمد نے اپنی کتاب زاویہ میں لکھا ہے کہ مجھے روم قیام کے دوران ٹریفک چالان ہوا۔ مجھے 12 آنے کی سزا ہوئی جسے میں وقت پر جمع نہ کروا سکا۔ لہٰذا مجھے عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ سوالوں کے دوران جج نے پوچھا کہ آپ کرتے کیا ہیں؟ آپ نے شرمندگی سے سر جھکائے جواب دیا کہ میں ٹیچر ہوں۔ یہ سننا تھا کہ جج نے اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ

Teacher in the court

کہ کورٹ میں ٹیچر ہے سب احتراماً اپنی کرسیوں سے کھڑے ہوجائیں۔ اشفاق احمد لکھتے ہیں کہ پھر جج نے یوں مخاطب کیا کہ جناب آپ ٹیچر ہیں اور ہم آج جج آپ اساتذہ کی بدولت ہیں مجھے افسوس ہے کہ آپ کو انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر چالان تو ادا کرنا ہوگا کیونکہ یہ آپ کی غلطی ہے مگر میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں۔ اس کے بعد جج اور عدالت کا تمام عملہ اشفاق احمد کو گاڑی تک چھوڑنے آئے۔

پُرانے وقتوں میں بادشاہوں نے بھی اپنے اور بعض نے اپنے بچوں کے اساتذہ کی بہت قدر کی۔ سکندر اعظم سے کسی نے اپنے استاد کے بے حد احترام کی وجہ پوچھی تو جواباً کہا کہ «میرا باپ مجھے آسمان سے زمین پر لایا جبکہ میرا استاد »ارسطو« مجھے زمین سے آسمان پر لے گیا۔ میرا باپ میری ایسی زندگی کا باعث بنا جو فانی ہے مگر میرا استاد موجب حیات جاوداں اور میرا باپ میرے جسم کی پرورش کرتا تھا اور استاد ارسطو میری روح کی دیکھ بھال کرتا ہے۔»

یہی کیفیت خلیفہ ہارون الرشید، مامون الرشید اور مغل شہنشاہ اورنگ زیب کی تھی۔ گویا استاد کی حیثیت روحانی باپ کی سی ہے۔ دنیا میں روحانی باپ کا اعلیٰ و ارفع مقام سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حاصل ہوا۔ آپؐ نے خود فرمایا «مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (ابن ماجہ) وہ کیا ہی خوش نصیب صحابہ تھے جنہوں نے تلمذ کی سعادت براہ راست آنحضرت ﷺ سے حاصل کی۔ جب یہ آپؐ سے تعلیم حاصل کرتے تھے تو یوں لگتا تھا کہ آپ صحابہ کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ گویا دنیا میں سب سے پہلا اور بڑا معلم تو خود خدا تعالیٰ ہے جس نے فرمایا عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (رحمٰن:3) اور پھر سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ استاد ہیں۔ جو روحانی والد کی شکل و صورت میں ایک قابل قدر ہستی، محترم و معظم شخصیت ہے۔ پھر معلم کائنات نے دنیا کی رہنمائی اور تعلیم کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے۔ یہ تمام معلمین، مربیان اور مزکی تھے۔ جو خدا کے بندوں کو دینی، اخلاقی اور روحانی تعلیم دیتے رہے۔ مثل مشہور ہے خَيْرُ الْاَشْغَالِ تَهْذِيْبُ الْاَطْفَالِ کہ اپنے آپ کو مصروف رکھنے کا بہترین مشغلہ بچوں کی تربیت کرنا ہے۔ انہیں مہذب بنانا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص سے میں نے ایک لفظ بھی سیکھا یا پڑھا میں اس کا غلام ہوں خواہ وہ مجھے آزاد کردے یا بیچ ڈالے۔

الغرض بشریت سے آدمیت اور انسان بنانے کا سفر ایک معلم، استاد کے ذریعہ طے ہوتا ہے۔ جس کی قدر کرنی بہت ضروری ہے۔

کہتے ہیں جرمنی کی چانسلر انجیلا مرکل سے ججز نے مطالبہ کیا کہ ہماری تنخواہیں بھی اساتذہ کے برابر کریں تو چانسلر نے کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا یہی اساتذہ کی تعلیم وتدریس کی بدولت آپ اس مقام پر ہیں۔ آپ کس طرح ان کے برابر ہوسکتے ہیں۔

مکرم ڈاکٹر عبد السلام نوبیل انعام حاصل کرنے کے بعد بھارت میں اپنے ریاضی (Mathematics) کے استاد پروفیسر انلیندرا گانگولی کو ڈھونڈنے لگے جنہوں نے آپ کو ریاضی سکھلائی اور اس مضمون کی محبت مکرم ڈاکٹر صاحب کے دل میں پیدا کی تھی۔ تا استاد کا شکریہ ادا کیا جائے اور بتلایا جائے کہ یہ انعام آپ کی محنت کا مرہون منت ہے۔ چنانچہ دو سال بعد 1981ء میں آپ کو اپنے محسن استاد جناب پروفیسر گانگولی سے کلکتہ میں اُن کے گھر جاکر ملاقات کرنے کا موقع ملا۔ اس وقت پروفیسر گانگولی بہت ضعیف ہوچکے تھے۔ لکھا ہے کہ آپ نے نوبیل انعام پروفیسر گانگولی کے گلے میں ڈال کر کہا کہ اس انعام کے اصل حقدار آپ ہیں۔

اور آج عزت و احترام کروانے کی تلقین کا دن منایا جارہا ہے۔ عزت کے حوالہ سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ عزت کی جاتی ہے کروائی نہیں جاتی۔ انگلش میں ایک محاورہ کا خاکسار بارہا اپنے آرٹیکلز میں ذکر کرچکا ہے کہ

Education is not only Education but formation

کہ تعلیم صرف تعلیم حاصل کرنے ہی کا نام نہیں بلکہ یہ تب مکمل ہوتی ہے کہ یہ تعلیم حاصل کرنے والے کو format بھی کرے۔ اور اگر اساتذہ ہی اپنے آپ کو format نہ کریں اور طلبہ کے لئے نمونہ نہ بنیں تو پھر کم از کم ایسے دن ہی منا کر عزت کرنے کی تلقین کی جائے گی۔

آج میں اس کالم کے ذریعہ یوم اساتذہ کے موقع پر ساری دنیا کے قارئین الفضل کو یہ درخواست کرنا چاہتاہوں کہ اساتذہ کے عزت واحترام کے دائرہ کو وسیع کریں کیونکہ میرے نزدیک معاشرہ میں ہر انسان، دوسرے انسان کا استاد یعنی ٹیچر ہے۔ حتیٰ کہ بچہ بھی باپ کے لئے استاد کا درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ والد اپنے بچے سے بھی سیکھ رہا ہوتا ہے۔ خاوند بیوی سے، بیوی خاوند سے، بھائی بہن سے، بہن بھائی سے خاموش تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

اگر ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو استاد کا درجہ دے تو معاشرے میں بے امنی اور انتشار، لڑائی جھگڑا، امن وسکون کی فضا میں بدل سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مثال آج سے 1400سال قبل کی دینا چاہتا ہوں۔ آنحضور ﷺ نے مدینہ میں صحابہ کو کھجوروں کی پیوند کاری کرتے دیکھا یعنی نر اور مادہ شگوفوں کو ملا رہے تھے تو آپ نے فرمایا۔ ایسا نہ کرو شاید یہ زیادہ بہتر ہو۔ اس سال کھجور ناقص رہی، کم ہوئی۔ انہوں نے حضورؐ کو بتایا۔ آپؐ نے فرمایا میں تو محض ایک بشر ہوں اگر دینی معاملہ میں کوئی حکم دوں تو اسے پکڑ لیا کرو اور اگر اپنے اندازہ سے کوئی بات کروں تو میں بھی انسان ہوں۔ (مسلم حدیث نمبر 2362)

میں اس کالم میں چند اہم اساتذہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اگر ہم ان کو رول ماڈل بنائیں تو ہماری کایا پلٹ سکتی ہے۔ وہ اساتذہ یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ، قرآن کریم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، خلفائے راشدین، صحابہ رسول ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خلفائے عظام، صحابہ حضرت مسیح موعودؑ، ایم ٹی اے، مبلغین و مربیان و معلمین کرام، صحبت صالحین وبزرگان، مساجد، مدرس یا خطیب، اسکولز کالجز اور اکیڈمیز میں اساتذہ، پروفیسر حضرات، والدین، چھوٹے بچے جن سے خاموش تعلیم ہم حاصل کرتے ہیں۔

مرسلہ: ابن نذیر احمد

مکرم محمد اقبال منہاس صاحب کا ذکرِ خیر

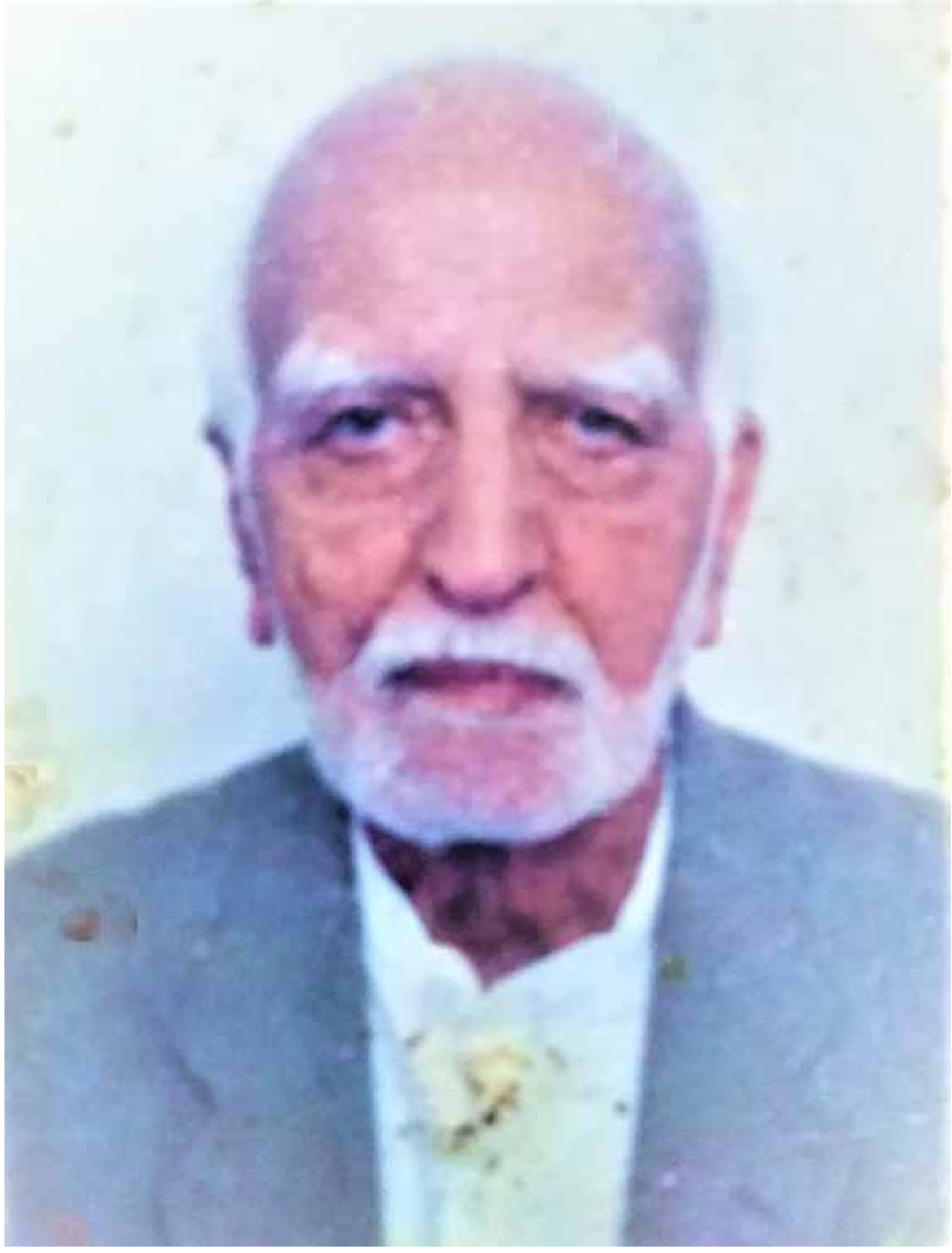

تعارف

جماعت احمدیہ کراچی کے دیرینہ خادم مکرم محمد اقبال منہاس صاحب 16فروری 2016ء کو وفات پاگئے۔ خاکسار کا ان سے تعلق 1984ء میں زیادہ گہرا ہوا۔ اس وقت ہماری رہائش ڈرگ روڈ کے حلقہ میں تھی اور کراچی جماعت کے پروگراموں کے موقع پر سلام دعا ہوجاتی تھی۔ پھر جب ان کی تحریک پر ہم ماڈل کالونی میں منتقل ہوئے تو زیادہ قربت ہوئی۔ مکرم اقبال منہاس صاحب انتہائی شفقت کرنے والے بزرگ تھے۔ آپ نے کئی مواقع پر اپنی زندگی کے متفرق واقعات خاکسار کے سامنے بیان کیے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ یہ واقعات جماعت کی امانت ہیں اور میری خواہش ہے کہ یہ کہیں محفوظ ہوجائیں۔

ابتدائی رہائش

مکرم محمد اقبال منہاس صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ سن پچاس کی دہائی میں جب انہوں نے ماڈل کالونی میں رہائش اختیار کی تو یہ علاقہ کراچی کی دور افتادہ بستی میں شمار ہوتا تھا صرف ایک بس کراچی شہر کے لئے صبح روانہ ہوتی تھی جو شام کو واپس آتی تھی۔ اپنے دفتر جانے کے لئے بس کا سفر کرتے پھر لوکل ٹرین سروس شروع ہونے پر اس پر سالہا سال سفر کرتے رہے۔ اس عرصہ میں یہ علاقہ حلقہ ملیر کینٹ میں شامل ہوتا تھا۔ بعد ازاں اس کو علیحدہ حلقہ بنایا گیا۔

صدر کے طور پر انتخاب

آپ بیان کرتے تھے کہ اگرچہ جماعت سے محبت تو خون میں تھی مگر تنظیمی طور پر زیادہ تعلق نہ تھا ہاں شام کے وقت دوستوں کے ساتھ والی بال کھیلا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہیں اطلاع ملی کہ جماعت کی طرف سے مجھے صدر کی ذمہ داری دے دی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ مجھے تو کوئی تجربہ نہ تھا تاہم اطاعت کے جذبہ کے تحت کام کا آغاز کیا اور گھر گھر جاکر احباب سے رابطہ کیا اور ان کے مسائل سے آگاہی حاصل کی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اس وقت میرا یہ کام ہوتا تھا کہ احباب کے سماجی اور معاشی مسائل حل کرنے کے لئے جس قدر توفیق ہوتی کوشش کرتا۔ اکثر کہتے کہ ہم تو والی بال کھیلتے کھیلتے جماعت کے خدمت گار بن گئے۔

1974ء کے حالات

وہ دور جب ایک منظم سازش کے تحت جماعت احمدیہ کے خلاف ملک بھر میں مہم چلائی گئی تو ماڈل کالونی میں مقیم احمدی احباب کو بھی تنگ کیا جانے لگا۔ ایک دو غیر احمدی افراد جن میں سے ایک شخص ایک نیم مذہبی سیاسی جماعت سے اور دوسرے ایک مقامی مسجد کے امام تھے، پیش پیش تھے۔ منہاس صاحب بتاتے تھے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جو احمدی اپنے گھروں کی تعمیر کے لئے سامان لائے ہوتے وہ چوری کرلیا جاتا، مگر مکرم محمد اقبال منہاس صاحب ان احباب کو حوصلہ دلاتے اور اس طرح یہ مشکل وقت گزر جاتا۔ اسی طرح 1984ء اور اس کے بعد کا دور بھی آپ نے جماعت کو حوصلہ دیتے ہوئے گزارا اور بڑی حکمت کے ساتھ بعض معاملات کو سنبھالا۔ جب مخالفین کی طرف سے کلمہ مٹانے کی مہم کا آغاز ہوا تو مسجد بیت الثناء ماڈل کالونی کی اندرونی دیوار پر جلی حروف میں کلمہ طیبہ کندہ تھا مولویوں کی شکایت پر جب انتظامیہ کے اعلیٰ افسران معائنہ کے لئے آئے تو مکرم اقبال منہاس صاحب نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے افسران کو کہا کہ شکایت کنندہ تو اس عمارت کے قریب رہتے ہی نہیں، آپ ہمارے پڑوسیوں سے بات کرلیں۔ اس پر افسران نے اردگرد کے محلہ داروں سے جب پوچھا تو ان سب نے کہا کہ ہمیں تو اس بارہ میں کوئی شکایت نہیں کہ یہاں کلمہ کیوں لکھا ہوا ہے۔ اس پر انتظامیہ نے کچھ تجاویز دیں اور مکرم منہاس صاحب نے رات ہی رات میں اس پر عمل کروایا اور اس طرح کسی قسم کی بدمزگی بھی نہ ہوئی اور جماعت کے بارہ میں انتظامیہ اچھا تاثر لے کر گئی۔

مسجد بیت الثناء کے قیام کی کوشش

گزرتے وقت کے ساتھ مکرم منہاس صاحب کی کوششوں سے ماڈل کالونی میں احباب جماعت کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور باقاعدہ ایک جماعتی سینٹر کی ضرورت شدّت سے محسوس کی جانے لگی۔ اس سے قبل ایک دوست مکرم سیف اللہ خان صاحب کے گھر کا ایک کمرہ جماعتی پروگرامز اور نماز کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اچانک انہوں نے اظہار کیا کہ میں بوجوہ اپنا مکان فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ میری پہلی ترجیح یہی ہے کہ جماعت اس جائیداد کو خرید لے۔ مکرم منہاس صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ تمام صورتحال پہلے اپنی عاملہ میں رکھی اور پھر مکرم چوہدری احمد مختار صاحب، امیر جماعت احمدیہ کراچی کے سامنے بیان کی۔

مکرم امیر صاحب ایک روز اپنی عاملہ کے ساتھ ماڈل کالونی آئے اور جس مکان کے لئے خریداری زیر تجویز تھی اس میں اجلاس منعقد کیا۔ ممبران عاملہ نے قیمت کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ فی الحال جماعت اتنی رقم خرچ نہیں کرسکتی۔ مکرم امیر صاحب نے فرمایا کہ جماعت یہ جائیداد ضرور خریدے گی اور پھر ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ ماڈل کالونی کو اپنا جماعتی سینٹر مل گیا۔ جس کا نام مسجد بیت الثناء رکھا گیا ہے۔

عبادت میں شغف

مکرم محمد اقبال منہاس صاحب نے اپنی زندگی مستقل اسی کوشش میں گزاری کہ مسجد بیت الثناء نمازیوں سے آباد رہے۔ اس مقصد کے لئے آپ نے اپنا ذاتی مکان بھی بالکل قریب ہی بنایا اور خود بھی باجماعت نمازیں ادا کرتے اور دورہ کرکے اور بعد ازاں فون کی سہولت مہیا ہونے پر اس ذریعہ سے بھی احباب کو مسجد بیت الثناء کی حاضری بڑھانے کی طرف مستقل توجہ دلاتے رہتے۔ خاکسار کا مشاہدہ ہے کہ ان کی اس مخلصانہ کوشش کی وجہ سے مسجد بیت الثناء کراچی کی ان مساجد میں سے ایک ہے جہاں تمام نمازیں باجماعت ہوتی ہیں اور ایک مناسب تعداد شامل ہوتی ہے۔

اپنے آخری ایام زندگی میں جب کمزوریٔ صحت آپ پر غلبہ پاچکی تھی تو بھی اپنی جھکی ہوئی کمر کے ساتھ چھڑی کے سہارے پانچوں نمازوں پر آتے رہے حتی کے آخری تین چار ماہ جب چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے تو مسجد بیت الثناء آنے سے محروم ہوگئے جس کا ان کو بہت افسوس رہتا تھا۔

مجالس دعوت الی اللہ

مکرم محمد اقبال منہاس صاحب کی ایک اور صفت یہ تھی کہ دعوت الی اللہ کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ اکثر ذکر کرتے تھے کہ جب کبھی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ کراچی آتے تو مکرم چوہدری احمد مختار صاحب اپنے دفتر سے فون کرتے تھے کہ مکرم میاں صاحب آگئے ہیں آپ مجلس سوال و جواب کا انتظام کرلیں اور پھر یہ سلسلہ حضورؒ کے خلافت کے منصب پر فائز ہونے تک جاری رہا اور اسی خوبی کی وجہ سے ایک وہ وقت بھی آیا جب مکرم منہاس صاحب نے بیان کیا کہ جب میں نے اپنا نیا مکان بنایا تو مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ کو درخواست کی کہ مکان کے بابرکت ہونے کے لئے یہاں تشریف لاکر دعا کروائیں۔ مگر اپنی مصروفیات کے باعث وہ اس خاص موقع پر تشریف نہ لاسکے۔ پھر ایک روز کسی مجلس سوال وجواب کے لئے ماڈل کالونی تشریف لائے تو مکرم میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ آج میں نماز آپ کے گھر پر پڑھوں گا۔ چنانچہ انتظام کیا گیا اور بعد میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے بتایا کہ میں نے عہد کیا تھا کہ جب بھی موقع ملا آپ کے گھر آکر آپ کی خواہش پوری کروں گا۔

ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک

ایک مسجد بیت الثناء کے ماحول میں رہنے والے تمام اہل محلہ سے گھریلو سطح پر تعلقات رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب جماعتی مخالفت کی وجہ سے حالات کشیدہ ہوتے تو مسجد الثناء کے اردگرد رہنے والے ہمیشہ جماعت کا ساتھ دیتے۔ 1984ء میں جب حکومتی انتظامیہ نے شرپسندوں کی

شکایت پر نماز سینٹر کا دورہ کیا اور پڑوسیوں سے تاثرات لئے تو یہی جواب ملا کہ ہمیں جماعت سے کوئی شکایت نہیں۔ وہ اکثر جماعت میں نئے کام کرنے والے کی اس بارہ میں رہنمائی کرتے تھے اور محلہ داروں سے تعلقات استوار کروانے کے لئے ملاقات بھی کرواتے تھے۔

مہمان نوازی

آپ کی ایک نمایاں خوبی مہمان نوازی بھی تھی۔ اس حوالہ سے ان کے تمام اہل خانہ بھی برابر کے حصہ دار رہے۔ یہ ایک الگ موضوع ہے کہ کس کس طرح آپ نے جماعت کے احباب کی مہمان نوازی کی توفیق پائی۔

مربیان سلسلہ کے ساتھ حسن سلوک

مسجد بیت الثناء کے قیام کے بعد ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ جماعت کی طرف سے مربیٔ سلسلہ کا تقرر ہوجائے۔ پھر ہمیشہ آپ ان مربیان کی حسب توفیق خدمت کرتے اور اُن کے مقام و مرتبہ اور عزت کو قائم رکھنے کے لئے نہ صرف خود مثال بنتے بلکہ دوسروں کو بھی یہ احساس دلاتے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہماری تربیت کی خاطر اپنی زندگی وقف کی ہوئی اس لئے ہمیں ان کو عزت و احترام سے رکھنا ہے اور ہر قسم کا تعاون مہیا کرنا ہے۔ جب بھی سینٹر میں کسی مربی کا تقرر نہ ہوتا تو مسلسل امیر صاحب سے درخواست کرتے رہتے کہ جلد ہمارے لئے مربی کا انتظام کیا جائے۔

ذیلی تنظیموں کے ساتھ تعاون

مکرم اقبال منہاس صاحب بطور صدر تمام ذیلی تنظیموں کے ساتھ انتہائی شفقت کا سلوک فرماتے اور جماعتی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے جب بھی کوئی کام لینا ہوتا تو تنظیم کے مقامی سربراہ کو بلا کر اعتماد میں لیتے اور اس رنگ میں کام سپرد کرتے کہ کسی کو کبھی یہ احساس نہ ہوتا کہ ہمارے کام میں مداخلت کی گئی ہے۔ مکرم اقبال منہاس صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ سے دوستی کا تعلق پیدا کر لیتے تھے۔ اگر کبھی کسی سے کوئی لغزش ہوجاتی تو اس پیارے انداز سے اس کی طرف توجہ دلاتے کہ سننے والے کو کوئی ملال نہ ہوتا۔

مجھے یاد ہے کہ جب مجھے مجلس ملیر کے قائد کے طور پر خدمت کرنے کا موقع ملا تو مسجد بیت الثناء میں ایک عید کے موقع پر امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے تمام احباب کے لئے مٹھائی کا تحفہ بھجوایا گیا۔ حسن اتفاق سے یہ مٹھائی جو گیسٹ ہاؤس کراچی میں تیار کی گئی تھی، اس کے لئے چند خدام ہماری مجلس سے بھی لئے گئے تھے۔ بوجوہ وہ مٹھائی بروقت تقسیم نہ ہوئی اور خاکسار نے اپنی خدام الاحمدیہ کی ماہانہ رپورٹ میں اس کا ذکر کر دیا کہ مٹھائی ضائع ہوگئی۔ اُن دنوں مکرم اقبال منہاس صاحب بیرون ملک گئے ہوئے تھے۔ مجلس کی ارسال کردہ رپورٹ پر مکرم نیشنل صدر صاحب خدام الاحمدیہ نے مکرم امیر صاحب کراچی کو اس واقعہ کے بارہ میں تحریر کر دیا اور مکرم امیر صاحب کراچی کی طرف سے صدر جماعت ماڈل کالونی سے اس بارہ میں وضاحت طلب کی گئی۔ اس خط کے آنے تک مکرم اقبال منہاس صاحب واپس آچکے تھے۔ انہوں نے خاکسار کو بلایا اور بڑی محبت سے تمام تفصیل معلوم کی اور پھر ہلکے سے تبسم کے ساتھ فرمایا کہ آئیں اب مل کر اس کا جواب لکھتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے خاکسار کو کہا کہ آپ میری طرف سے جواب تحریر کریں۔ اس طرح ایک نازک معاملہ کو اپنی حسن تدبیر سے حل کر لیا اور پھر آخر عمر تک جب بھی دوستوں میں بیٹھتے تو ازراہ تفنن کہا کرتے کہ ہمارا یہ حال ہے کہ جو ہماری شکایت کرے ہم اسی سے اس کا جواب بھی لکھوا لیتے ہیں۔ کبھی بھی اس بات کا اظہار نہ کیا کہ کیوں اس قسم کا واقعہ رپورٹ کیا گیا۔

لجنہ اماء اللہ کے پروگرام جب بھی ہوتے تو ہر قسم کے انتظامات اپنی نگرانی میں کرواتے اور جب تک تمام ممبرات بحفاظت چلی نہ جاتیں یہ اپنے گھر نہ جاتے۔

مبلغین کو حالات بیان کرنے کی ترغیب

جماعت ماڈل کالونی ایئر پورٹ کے قریب ہے اس لئے عموماً ایسا موقع پیدا ہوجاتا ہے کہ کسی واقف زندگی کو بیرون ملک جانے یا آنے کے لئے کچھ دیر۔۔۔۔میں قیام کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اس موقعہ کو غنیمت جان کر مکرم منہاس صاحب ہمیشہ احباب کے لئے ایک قسم کی مجلس ارشاد کا انتظام کر دیتے اور کسی نہ کسی نماز کے بعد معزز مہمان سے درخواست کرتے کہ میدان عمل کے ایمان افروز واقعات سنائیں۔

اسی طرح حلقہ کے ایسے نوجوان جو جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم ہوتے اور رخصت پر آتے تو آپ ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کو خطبات جمعہ دینے کا موقع دیتے اور کہتے کہ اس طرح ان کی مشق ہوجائے گی۔ اسی طرح جب ایسے طلباء جامعہ واپس جانے لگتے تو ایک بے تکلف سی چائے پارٹی کا انتظام کرتے اور اس میں جماعت کے چیدہ چیدہ عہدیداران کو ضرور شامل کرتے۔

اجلاسات امیر صاحب

مکرم اقبال منہاس صاحب جب بطور صدر ضلعی اجلاس میں شرکت کے لئے جاتے تو 1984ء کے زمانہ میں مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی کی ہدایت کے ماتحت قائدین مجالس اور انصار اللہ کے عہدیداران بھی شامل ہوتے۔ آپ ہمیشہ اپنی گاڑی میں انہیں اپنے ساتھ لے جاتے اور دوران اجلاس اگر امیر صاحب کسی معاملہ میں کوئی ذمہ داری لگانا چاہتے تو یہ غیر محسوس انداز میں ہمیں پیغام دے دیتے کہ اب تیار رہیں۔ اس طرح ہمیں یہ احساس دلاتے کہ یہ کام ہمارے ذریعہ ہی ہوگا۔

مکرم چوہدری احمد مختار صاحب، امیر جماعت کراچی کے ساتھ خصوصی تعلق

مکرم اقبال منہاس صاحب کا ایک خصوصی دوستانہ تعلق مکرم چوہدری احمد مختار صاحب، امیر جماعت کراچی کے ساتھ تھا۔ خاکسار نے اکثر دیکھا کہ جب بھی کسی امر میں مشورہ اور رہنمائی کی ضرورت پڑتی تو فوراً امیر صاحب کو فون کرتے اور امیر صاحب بھی ازراہ شفقت ان کو اپنے مشورہ سے نوازتے۔ یہ ذکر تو پہلے ہو ہی چکا ہے کہ امیر صاحب بڑے اعتماد کے ساتھ ان کو کہا کرتے تھے کہ حضرت صاحبزادہ میاں طاہر احمد صاحبؒ آئے ہوئے ہیں، مجلس سوال و جواب کا انتظام کریں۔

آپ امیر صاحب کی عاملہ میں سیکرٹری امور عامہ اور سیکرٹری ضیافت بھی رہے۔ اس حوالہ سے بھی ہمہ وقت آپ امیر صاحب سے رابطہ میں رہتے اور جو بھی ہدایات دی جاتیں ان پر بھرپور عمل کرتے تھے۔

اطاعت امیر

2005ء میں حلقہ کے عہدیداران کے انتخابات ہوئے۔ قبل ازیں خاکسار بطور نائب صدر کام کر رہا تھا اور مکرم اقبال منہاس صاحب اپنی صحت کی خرابی کی بناء پر ضلعی میٹنگز میں خاکسار کو ہی بھجوایا کرتے تھے۔ انتخابات کے بعد ایک روز خاکسار کو جنرل سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے فون آیا کہ مکرم امیر صاحب نے آپ کی منظوری بطور صدر دی ہے۔ کہنے لگے کہ اب آپ کی ٹریننگ ہوگئی ہے۔ (اس سے پہلے خاکسار کو اطمینان تھا کہ مکرم اقبال منہاس صاحب ہی بطور صدر کام کریں گے۔) اس امر کا اعلان ابھی نہیں ہوا تھا اور خاکسار بھی اس ذمہ داری کے بوجھ کی وجہ سے کچھ متذبذب تھا۔ ان دنوں قادیان کے جلسہ کے حوالہ سے احباب کے کوائف جمع کئے جارہے تھے اور یہ کام حلقہ میں جس ٹیم کے سپرد تھا اس میں مجھے بھی شامل کیا گیا تھا۔ جب ان فارمز پر صدر کے دستخط کرنے کا مرحلہ آیا تو میں نے اظہار کیا کہ امیر صاحب نے میری منظوری دی ہے۔ آپ نے بغیر کسی توقف کے سارے فارم میری طرف کھسکا دیئے کہ جب آپ صدر ہیں تو آپ ہی دستخط کریں۔ آپ کے اس ردعمل نے خاکسار کو بہت متاثر کیا اور انہوں نے ثابت کیا کہ اطاعت میں ہی تمام برکات ہیں۔ بعد ازاں آپ کی طرف سے ہر قسم کا تعاون خاکسار کو حاصل رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزاء خیر دے۔

خدمت خلق

آپ کی ایک اور نمایاں خصوصیت خدمت خلق تھی اور اس میں آپ کوئی تخصیص نہ کرتے تھے اور اپنی طاقت سے بڑھ کر خدمت کرتے۔ اکثر بیان کرتے کہ جب وہ نئے نئے حلقہ کے صدر بنے تو اپنی موٹر سائیکل پر کچھ راشن رکھتے اور ضرورت مند احباب تک خود پہنچایا کرتے۔ اس طرح نہ صرف ضرورت پوری ہو جاتی بلکہ اس بارہ میں کسی اَور کو علم بھی نہ ہوتا۔ جب کبھی صدقہ کا گوشت تقسیم کرنے کا موقع ہوتا تو آپ ایسے افراد کے نام بتاتے جن کو یہ گوشت دیا جانا چاہئے۔ تاہم آپ کی اپنی کیفیت یہ تھی کہ جو بھی خدمت کرتے اس کی کبھی تشہیر نہ کرتے۔ اسی طرح دوسروں کو بھی اس نیکی کی تحریک کرتے رہتے۔

تقسیم ملک کے وقت ایک خصوصی خدمت

جب کبھی نجی محفلوں میں بیٹھتے تو اکثر یہ تذکرہ کرتے کہ تقسیم ملک کے وقت وہ لاہور میں مقیم تھے اور ایک روز خدام کے لئے یہ پیغام آیا کہ فوراً پہنچیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم جس حالت میں بھی تھے حاضر ہوگئے۔ انہیں قادیان بھجوایا گیا۔

شعری ذوق

مکرم اقبال منہاس صاحب اپنی گفتگو میں اشعار کا برمحل استعمال کرتے تھے اور اپنے بچپن اور جوانی کے دور میں جو نظمیں پڑھی تھی وہ ان کو یاد تھیں اور بغیر کسی رکاوٹ کے سنایا کرتے تھے۔ جن دنوں وہ صاحب فراش تھے خاکسار ان کی عیادت کے لئے اپنی اہلیہ کے ساتھ گیا تو وہ کرسی پر بیٹھے تھے۔ آپ ہمیں پہچان گئے۔ اس کے بعد آپ نے ایک نظم بھی سنائی جو اسی طرح روانی سے ان کو یاد تھی جیسے پہلے ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح اگر کبھی میں ان سے چند دن نہ مل سکتا تو پیار کے انداز میں کوئی نہ کوئی شعر پڑھ کر شکوہ کرتے۔

مطالعہ کتب

آخری چند سال جب آپ مغرب کی نماز کے لئے مسجد بیت الثناء آتے تو جماعت کے دفتر میں ایک طرف بیٹھ جاتے اور کوئی نہ کوئی جماعتی کتاب اپنے زیر مطالعہ رکھتے اور پھر عشاء کی نماز پڑھ کر واپس جاتے۔ گھر میں بھی اکثر کوئی نہ کوئی کتاب زیر مطالعہ رہتی۔

غرض مکرم محمد اقبال منہاس صاحب جماعت احمدیہ ماڈل کالونی کراچی کی ایک دعاگو شخصیت اور مشفق بزرگ تھے اور جماعت کے لئے ایک مفید وجود رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

☆...☆...☆

مرسلہ: جوّاد احمد، مربی سلسلہ

اِلتوائے جلسہ سالانہ اور دعوتِ فکر

جلسہ سالانہ کے آغاز کی مختصر تاریخ

جلسہ سالانہ جماعتِ احمدیہ کی اخلاقی اور روحانی تربیت میں جہاں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے وہیں جماعتی تشخص کو عالمی افق پر اُجاگر کرنے میں بھی اِس روحانی اجتماع نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اور اِسی طرح جماعتِ احمدیہ کی روز افزوں ترقی کا مظہر بھی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جماعتِ احمدیہ کی بنیاد رکھنے کے دو سال بعد 1891ء میں جماعت کی روحانی و اخلاقی تربیت کے لئے جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی۔

آپؑ نے اس جلسہ کے انعقاد کے بنیادی اغراض ومقاصد اپنے رسالہ ’’آسمانی فیصلہ‘‘ کے ساتھ شائع فرمائے۔ آپؑ تحریر فرماتے ہیں:

’’تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض کے حصول کیلئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی بُرہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے سو اس بات کیلئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہئے اور دعا کرنا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروانہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر یک کیلئے بباعث ضعف فطرت یا کمیٔ مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آ کر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کیلئے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کیلئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کیلئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت وفرصت وعدم موانع قویہ تاریخ مقرر پر حاضر ہوسکیں سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ 27 دسمبر سے 29 دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو تیس دسمبر 1891ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں 27 دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کیلئے اور دعا میں شریک ہونے کیلئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے اور اِس جلسہ میں ایسے حقایق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کیلئے ضروری ہیں اور نیز اُن دوستوں کیلئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے مُنہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کیلئے ان کی خشکی اور اجنبیّت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کیلئے بدرگاہ حضرت عزت جلّ شانہٗ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔‘‘

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 351، 352)

اس اعلان کے مطابق مقررہ تواریخ پر قادیان دارالامان میں جماعتِ احمدیہ کی تاریخ کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ جس میں مؤرخہ 27 دسمبر 1891ء کو حاضرین کے روبرو رسالہ ’’آسمانی فیصلہ‘‘ پڑھ کر سنایا۔ اس جلسہ میں 75 کے قریب سعادت مند شامل ہوئے۔ شاملین کی فہرست حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی اِسی کتاب ’’آسمانی فیصلہ‘‘ میں درج فرما کر تمام اصحاب کو تاریخ کا حصہ بنا دیا۔

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 336، 337)

جلسہ سالانہ کے انعقاد سے آپ کی اصل غرض یہ تھی کہ آپؑ جماعت کو تقویٰ وطہارت کے اعلیٰ مقام پر دیکھنا چاہتے تھے اور آپ کی یہ غرض قطعاً نہ تھی کہ لوگ دیگر جلسوں کی طرح محض تفریح طبع کی غرض سے اِس جلسہ میں جمع ہوں اور اپنے اعمال و اخلاق اور روحانی حالت میں پاک تبدیلی پیدا نہ کریں۔

الغرض آپؑ نے جلسہ سالانہ کے انعقاد کی بنیادی راہیں متعین فرما دیں جن کی روشنی میں آج تک جماعتِ احمدیہ تمام اکنافِ عالم میں اپنے جلسہ ہائے سالانہ منعقد کرتی ہے۔

اِلتوائے جلسہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں جلسہ سالانہ معلوم تاریخ کے مطابق 3 مرتبہ ملتوی ہوا۔ لیکن یہاں سب سے پہلے ملتوی ہونے والے جلسہ سالانہ کا تذکرہ مقصود ہے۔

یہ 1893ء کا سال تھا جب آپ نے اپنی تصنیف لطیف ’’شہادۃ القرآن‘‘ میں اِمسال جلسہ کے التوا کا اعلان فرمایا۔ اور اِس کی وجوہات کا تذکرہ آپؑ نے نہایت دردمندانہ اور مؤثر انداز میں رقم فرمایا جو آج بھی غور سے پڑھنے کے لائق ہے۔ سلسلہ کے ان ابتدائی ایام میں آپؑ نے اِس التوا سے افرادِ جماعت کو واضح طور پر یہ باور کرایا کہ آپؑ ایک متقی جماعت قائم کرنا چاہتے ہیں جو اپنے آپ میں ایک روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا کر کے دکھلاویں۔ اور اِس جلسہ کے انعقاد کا مقصد کوئی دنیاوی اغراض کا حصول نہیں بلکہ خدا اور رسول ﷺ کی سچی محبت دل میں پیدا کریں اور حقیقی معنوں میں ایمان، یقین اور معرفت میں ترقی کریں۔

چنانچہ آپؑ نے ’التوائے جلسہ 27 دسمبر 1893ء‘ کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں آپؑ نے جلسہ کے التواء کے اسباب میں سے ایک بنیادی وجہ کا نہایت پُر درد انداز میں یوں ذکر فرمایا:

’’ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ چند ایسے وجوہ ہم کو پیش آئے جنہوں نے ہماری رائے کو اس طرف مائل کیا کہ اب کی دفعہ اس جلسہ کو ملتوی رکھا جائے اور چونکہ بعض لوگ تعجب کریں گے کہ اس التوا کا موجب کیا ہے لہٰذا بطور اختصار کسی قدر ان وجوہ میں سے لکھا جاتا ہے۔

اول۔ یہ کہ اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سنی گئی کہ وہ اپنے بعض بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں اور بعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کے لئے دوسرے لوگوں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں گویا وہ مجمع ہی ان کے لئے موجب ابتلا ہو گیا اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اب تک اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا اور اس تجربہ کے لئے یہ تقریب پیش آئی کہ ان دنوں سے آج تک ایک جماعت کثیر مہمانوں کی اس عاجز کے پاس بطور تبادل رہتی ہے یعنی بعض آتے اور بعض جاتے ہیں اور بعض وقت یہ جماعت سو (100) سو (100) مہمان تک بھی پہنچ گئی ہے اور بعض وقت اس سے کم لیکن اس اجتماع میں بعض دفعہ بباعث تنگی مکانات اور قلت وسائل مہمانداری ایسے نالائق رنجش اور خود غرضی کی سخت گفتگو بعض مہمانوں میں باہم ہوتی دیکھی ہے کہ جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی مکان کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں اور اگر کوئی بیچارہ عین ریل چلنے کے قریب اپنی گٹھری کے سمیت مارے اندیشہ کے دوڑتا دوڑتا ان کے پاس پہنچ جاوے تو اس کو دھکے دیتے اور دروازہ بند کر لیتے ہیں کہ ہم میں جگہ نہیں حالانکہ گنجائش نکل سکتی ہے مگر سخت دلی ظاہر کرتے ہیں اور وہ ٹکٹ لئے اور بقچہ اٹھائے ادھر ادھر پھرتا ہے اور کوئی اس پر رحم نہیں کرتا مگر آخر ریل کے ملازم جبراً اس کو جگہ دلاتے ہیں۔ سو ایسا ہی یہ اجتماع بھی بعض اخلاقی حالتوں کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے اور جب تک مہمانداری کے پورے وسائل میسر نہ ہوں اور جب تک خدا تعالیٰ ہماری جماعت میں اپنے خاص فضل سے کچھ مادہ رفق اور نرمی اور ہمدردی اور خدمت اور جفاکشی کا پیدا نہ کرے تب تک یہ جلسہ قرین مصلحت معلوم نہیں ہوتا حالانکہ دل تو یہی چاہتا ہے کہ مبائعین محض لِلّٰہ سفر کر کے آویں اور میری صحبت میں رہیں اور کچھ تبدیلی پیدا کر کے جائیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں۔ میرے دیکھنے میں مبائعین کو فائدہ ہے مگر مجھے حقیقی طور پر وہی دیکھتا ہے جو صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرتا ہے اور رفقط دین کو چاہتا ہے سو ایسے پاک نیت لوگوں کا آنا ہمیشہ بہتر ہے کسی جلسہ پر موقوف نہیں بلکہ دوسرے وقتوں میں وہ فرصت اور فراغت سے باتیں کر سکتے ہیں اور یہ جلسہ ایسا تو نہیں ہے کہ دنیا کے میلوں کی طرح خواہ نخواہ التزام اس کا لازم ہے بلکہ اس کا انعقاد صحت نیت اور حسن ثمرات پر موقوف ہے ورنہ بغیر اس کے ہیچ اور جب تک یہ معلوم نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسہ سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پر اس کا یہ اثر ہے تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد اس اجتماع سے نتائج نیک پیدا نہیں ہوتے۔ ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے اپنے مبائعین

کو اکٹھا کروں بلکہ وہ علت غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں اصلاح خلق اللہ ہے پھر اگر کوئی امر یا انتظام موجب اصلاح نہ ہو بلکہ موجب فساد ہو تو مخلوق میں سے میرے جیسا اس کا کوئی دشمن نہیں اور اخی مکرم حضرت مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالیٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للّٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیکم نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بناء پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسااوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں اور اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً دو سو سے زیادہ ہی ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو نصیحتوں کو سن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں اور ان کے دلوں پر نصیحتوں کا عجیب اثر ہوتا ہے لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے۔ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے۔ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گراتا ہے☆ (یہ باتیں ہماری طرف سے اپنی عزیز جماعت کے لئے بطور نصیحت کے ہیں دوسرا کوئی مجاز نہیں کہ کسی کا نام لے کر ان کا تذکرہ کرے ورنہ وہ سب سے بڑھ کر گناہ اور فتنہ کی راہ اختیار کرے گا۔) پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے پھر میں کس خوشی کی امید سے لوگوں کو جلسہ کے لئے اکٹھے کروں۔ یہ دنیا کے تماشوں میں سے کوئی تماشا نہیں ابھی تک میں جانتا ہوں کہ میں اکیلا ہوں بجز ایک مختصر گروہ رفیقوں کے جو دو سو سے کسی قدر زیادہ ہیں جن پر خدا کی خاص رحمت ہے جن میں سے اول درجہ پر میرے خالص دوست اور محب مولوی حکیم نور الدین صاحب اور چند اور دوست ہیں جن کو میں جانتا ہوں کہ وہ صرف خدا تعالیٰ کے لئے میرے ساتھ تعلق محبت رکھتے ہیں اور میری باتوں اور نصیحتوں کو تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کی آخرت پر نظر ہے سو وہ انشاء اللہ دونوں جہانوں میں میرے ساتھ ہیں اور میں ان کے ساتھ ہوں۔ میں اپنے ساتھ ان لوگوں کو کیا سمجھوں جن کے دل میرے ساتھ نہیں جو اس کو نہیں پہچانتے جس کو میں نے پہچانا ہے اور نہ اس کی عظمتیں اپنے دلوں میں بٹھاتے ہیں اور نہ ٹھٹھوں اور بیراہیوں کے وقت خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور کبھی نہیں سوچتے کہ ہم ایک زہر کھا رہے ہیں جس کا بالضرور نتیجہ موت ہے۔ درحقیقت وہ ایسے ہیں جن کو شیطانی راہیں چھوڑنا منظور ہی نہیں۔ یاد رہے کہ جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ مجھ میں سے نہیں اور اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور میرے مذہب کو قبول کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنا مذہب پسندیدہ سمجھتا ہے وہ مجھ سے ایسا دور ہے جیسا کہ مغرب مشرق سے۔ وہ خطا پر ہے سمجھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ہوں۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں ظاہری رویت تو حیوانات میں بھی موجود ہے مگر انسان اس وقت سوجاکھا کہلا سکتا ہے جب کہ باطنی رویت یعنی نیک و بد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے اور پھر نیکی کی طرف جھک جائے سو تم اپنی آنکھوں کے لئے نہ صرف چارپاؤں کی بینائی بلکہ حقیقی بینائی ڈھونڈو اور اپنے دلوں سے دنیا کے بت باہر پھینکو کہ دنیا دین کی مخالف ہے جلد مرو گے اور دیکھو گے کہ نجات انہیں کو ہے کہ جو دنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دل تھے۔

میں کہتے کہتے ان باتوں کو تھک گیا کہ اگر تمہاری یہی حالتیں ہیں تو پھر تم میں اور غیروں میں فرق ہی کیا ہے لیکن یہ دل کچھ ایسے ہیں کہ توجہ نہیں کرتے اور ان آنکھوں سے مجھے بینائی کی توقع نہیں لیکن خدا اگر چاہے اور میں تو ایسے لوگوں سے دنیا اور آخرت میں بیزار ہوں۔ اگر میں صرف اکیلا کسی جنگل میں ہوتا تو میرے لئے ایسے لوگوں کی رفاقت سے بہتر تھا جو خدا تعالیٰ کے احکام کو عظمت سے نہیں دیکھتے اور اس کے جلال اور عزت سے نہیں کانپتے اگر انسان بغیر حقیقی راستبازی کے صرف منہ سے کہے کہ میں مسلمان ہوں یا اگر ایک بھوکا صرف زبان پر روٹی کا نام لاوے تو کیا فائدہ ان طریقوں سے نہ وہ نجات پائے گا اور نہ وہ سیر ہو گا۔ کیا خدا تعالیٰ دلوں کو نہیں دیکھتا۔ کیا اس علیم و حکیم کی گہری نگاہ انسان کی طبیعت کے پاتال تک نہیں پہنچتی۔

پس اے نادانو خوب سمجھو اے غافلو خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکا دیتا ہے اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اٹھا لیتے اور رسول کریم کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔

مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات طیار کی گئی ہے۔ جو شخص شرارت اور تکبر اور خودپسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اسی جہان میں باہر نہیں وہ اس جہان میں کبھی باہر نہیں ہو گا۔ میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں خدایا مجھے ایسے الفاظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے ان کی زہر کو دور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر یک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا صرف تقویٰ پہنچتی ہے ایسا ہی جسمانی رکوع وسجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع وسجود قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ کہ اس کیلئے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر میں ان میں نہیں دیکھتا مگر دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے انکے دلوں سے

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اٹھادے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے میں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کہ کوئی شیر سے۔ اسی وجہ سے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی دنیا کا کیڑا رہ کر میرے ساتھ پیوند کرے۔ پس التواء جلسہ کا ایک یہ سبب ہے جو میں نے بیان کیا۔‘‘

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394 تا 398)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی یہ نہایت پُرسوز اور قیمتی نصائح آپؑ سے منسوب ہر سلیم الفطرت احمدی کے لئے آج بھی دعوتِ فکر ہیں۔ اور کرونا وائرس کی وجہ سے دنیا میں پیدا شدہ حالات میں اِمسال جلسہ سالانہ کا التواء یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر غور کریں، پہلے سے بڑھ کر اپنے خدا کے آگے مخلص ہو کر جھک جائیں اور ان ایام کو خاص دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے معمور گزاریں۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بروح القدس نے بھی چند جمعے پہلے اپنے ایک خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 22 مئی 2020ء میں ہمیں کچھ خصوصی دعاؤں کی تلقین فرمائی ہے جن کا ہمیں روزانہ اہتمام کرنا چاہئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے الفاظ پر ہی اختتامِ مضمون کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

’’پس ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی متبعین میں شامل ہیں اور اسی میں ہماری بقا ہے کہ آپؐ کے غلام صادقؑ کی بیعت میں آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی متبعین میں شامل ہوں اور آپؐ کے اسوہ کو اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ اپنانے کی کوشش کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور آپؐ کے حکموں پر عمل کر کے منعم علیہ گروہ میں شامل ہوں اور اس گروہ کے بد اثرات سے ہمیشہ بچے رہیں جو اللہ تعالیٰ کا غضب سہیڑنے والا اور گمراہ ہے۔ اپنی نمازوں میں خاص ذوق و شوق پیدا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں پر چلتے ہوئے ہمیشہ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں۔‘‘

آمین ثم آمین

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22مئی 2020ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 12 جون 2020ء صفحہ 8)

☆...☆...☆

جامعۃ المبشرین سیرالیون کی سالانہ تقریب تقسیم انعامات کا بابرکت انعقاد

(عبدالہادی قریشی، نمائندہ سیرالیون)

سال 2006 ء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی پُرشفقت اجازت سے جامعۃ المبشرین سیرالیون کا قیام عمل میں آیا۔ الحمدللہ۔ اس بابرکت جامعہ سے طلباء تعلیم و تربیت حاصل کر کے میدانِ عمل میں خدمات بجالا رہے ہیں۔

مورخہ 31 / اگست بروز سوموار جامعۃ المبشرین کی سالانہ تقریبِ تقسیم انعقاد ہوئی۔ تقریب سے قبل مکرم امیر صاحب سیرالیون مولانا سعید الرحمٰن صاحب اور جامعہ کے سٹاف کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں جامعہ کے امور اور طلباء کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔

تقریب کا باقاعدہ انعقاد مولانا سعید الرحمٰن صاحب کی صدارت میں تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ عزیزم محمد ییرو کمارا نے تلاوتِ قرآن کریم پیش کی۔

کورونا وائرس کی وباء کے پیشِ نظر یہ ایک مختصر تقریب تھی۔ مکرم امیر صاحب نے ایک مختصر خطاب میں طلباء کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور نمایاں کامیابی حاصل کرنے والوں میں انعامات تقسیم فرمائے۔ عزیزم حسن نوحا نے ثالثہ، عزیزم محمد عثمان نے ثانیہ اور عزیزم جبریل احمد نے اولیٰ میں اول پوزیشن حاصل کی۔ مجلسِ علمی میں عزیزم محمد ییرو کمارا بہترین طالب علم اور نور گروپ نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ کورونا وائرس کی وجہ سے سالانہ کھیلوں کا باقاعدہ انعقاد نہ ہوسکا۔ تقسیم انعامات کے بعد دعا ہوئی اور طلباء اور اساتذہ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ اساتذہ اور طلباء کو ان کی ذمہ داریاں احسن طور پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

آپ یہی کہتے ہیں تو میں آپ کو ایک دعا کے لئے کہتا ہوں۔ اگر وہ سنی گئی تو پھر میں غور کروں گا۔ آپ کہتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں تو ان کو میرے لئے دعا کے لئے کہیں اور دعا اس بات کی ہے کہ میری تین بیویاں ہیں کسی کی اولاد نہیں ہے۔ ایک کے بعد دوسری شادی مَیں نے کی تا کہ اولاد پیدا ہو۔ یہ دعا کریں کہ مجھے بیٹا عطا ہو اور بیٹا بھی پہلی بیوی سے ہو۔ کہتے ہیں یہ خط انہوں نے میری طرف سے لکھ دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ حضور نے دعا کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کی ہے اور فرمایا کہ آپ کو بیٹا عطا ہو گا لیکن شرط یہ ہے کہ آپ زکریا والی توبہ کریں۔ منشی صاحب کہتے ہیں مَیں ان دنوں میں سخت بے دین تھا۔ شرابی کبابی اور راشی ہوا کرتا تھا۔ رشوت لینا میرا عام کام تھا۔ مجھے کیا پتا ہونا تھا کہ زکریا والی توبہ کیا ہوتی ہے۔ کہتے ہیں میں یہ پتا کرنے کے لئے کہ زکریا والی توبہ کیا ہے مسجد میں گیا تو مسجد کا امام مجھے مسجد میں دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ شرابی کبابی کہاں سے آ گیا۔ لیکن بہرحال جب مَیں نے سوال کیا تو میرے سوال کا وہ جواب نہیں دے سکا۔ کہتے ہیں پھر مَیں مولوی فتح دین صاحب احمدی کے پاس دوسرے گاؤں میں گیا۔ ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ زکریا والی توبہ بس یہ ہے کہ بے دینی چھوڑ دو۔ حلال کھاؤ۔ نماز روزے کے پابند ہو جاؤ اور مسجد میں زیادہ آیا کرو۔ کہتے ہیں یہ سن کر مَیں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ شراب چھوڑ دی۔ رشوت لینی بند کر دی۔ نماز روزے کا پابند ہو گیا۔ کہتے ہیں چار پانچ مہینے کا عرصہ گزرا ہو گا کہ ایک دن میری بڑی بیوی رونے لگی۔ خیر اس کو دائی سے چیک کروایا تو اس نے جو بات کی اور وہ اس طرف شک کا اظہار تھا کہ شاید اولاد ہونے والی ہے۔ بہرحال اس کی بات سن کر میں نے اس سے کہا کہ میں نے مرزا صاحب سے دعا کروائی ہے۔ یہ اولاد ہونے کی نشانی ہے۔ شک والی کوئی بات نہیں۔ کہتے ہیں کچھ عرصہ بعد حمل کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے تو مَیں نے لوگوں کو بتانا شروع کر دیا کہ میرے بیٹا پیدا ہو گا اور صحتمند اور خوبصورت بھی ہو گا۔ چنانچہ بیٹا پیدا ہوا۔ اور کہتے ہیں اس کے بعد میں نے بیعت کر لی اور اس علاقے کے بہت سے اَور لوگوں نے بھی بیعت کی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 جولائی 2017ء)

طلوع وغروب آفتاب

03 اکتوبر 2020ء

		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:56	18:06
مدینہ منورہ		04:57	18:06
قادیان		05:03	18:11
ربوہ		04:43	17:51
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:38	18:36